غالب کے اردو قطعات ۔عنوانات کا مسئلہ

ڈاکٹر ثمینہ ندیم

Dr. Samina Nadeem

Assistant Professor, Department of Urdu,
Govt. Islamia College For Women, Lahore.

Abstract:

Ghalib belongs to the classical period of Urdu poetry. This was a period when the appreciation and enjoyment of poetry was a cultural phenomenan of the Sub-continent. The poets read their creations and informed the audience verbally about them. There was no fashion to give composition a title. The Cult of reading poetry was introduced later by the advent of printing press and Journals when the Titles became necessary. In this research paper Dr. Samina Nadeem has studied this aspect of Ghalib's "Urdu Qataat" and presented her findings.

اردو شاعری میں جن اصناف نے فروغ پایا ان میں قصیدہ، غزل، مثنوی، مرثیہ، قطعہ، رباعی اور نظم شامل ہیں لیکن قصیدہ اور قطعہ کو قدیم ترین اضاف ہونے کا امتیاز حاصل ہے قطعہ کی لفظی ترکیب ''فرہنگ تلفظ'' میں اس طرح درج ہے۔

ق۔کسر ط۔سکون ع۔فتح غیر ملفوظ (مذکر) (۱)

قطعہ عربی سے فارسی میں آیا۔اہل فارس نے قطعہ کو بام عروج تک پہنچایا یہ مقام اسے عرب میں نہ مل سکا قطعہ کا لغوی مفہوم کسی چیز کا پارہ یا جزو ہے بقول امداد امام اثر ''عروضی ترکیب اس صنف شاعری کی وہی ہے جو قصیدہ کی۔'' (۲)

مرزا اسد اللہ خاں غالب کے اردو قطعات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں لیکن ادبی سطح پر یہ اس دور کے بہترین قطعات ہیں دیوان غالب (نسخہ عرشی) کے حصہ دوم (نوائے سروش) میں سولہ قطعات دیے گئے ہیں (۳) اور حصہ سوم (یادگار نالہ) میں تیرہ قطعات شامل ہیں (۴) غالب کے بیشتر قطعات مدح و تہنیت سے تعلق رکھتے ہیں چند ایک قطعات تاریخ ہیں عام معمولات سے متعلق چند قطعات ہیں جن

میں مزاح کا پہلو بھی ہے۔ چند قطعات سے غالب کی حب الوطنی کا اظہار بھی ہوتا ہے جن میں دلی کے حالات و واقعات کا بیان ہے ایک قطعہ اعتداز یہ ہے جس میں انہوں نے استاد ذوق کے سلسلے میں اپنی صفائی پیش کی ہے۔

غالب کے اردو قطعات کی ادبی حیثیت مسلمہ ہے ان کی تاریخی اہمیت سے بھی انکار نہیں لیکن دیوان غالب کی مختلف اشاعتوں میں ان قطعات کے عنوانات میں اختلاف نظر آتا ہے اس اختلاف کی کیا وجوہات ہیں نیز اس کے پیچھے کیا عوامل تھے جن کی وجہ سے غالب نے ان قطعات کو عنوانات نہیں دیے اور دیوان غالب کے مرتبین نے اپنی ذہنی اپچ اور منشا کے مطابق ان قطعات کے عنوانات رکھے۔

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اردو شاعری کے ارتقاء میں سماجی محرکات کا بہت عمل دخل رہا ہے سماجی عوامل کے پس منظر میں ہی اردو زبان کا تفریح گاہوں میں استعمال ہونے لگا خانقاہوں نے بھی ادبی ترسیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اکثر بزرگوں کے اقوال اور اشعار اردو زبان میں ملتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے میں:

> ''اگر برصغیر پاک و ہند کی تہذیبی تاریخ کو غور سے دیکھا جائے تو ولی دکنی سے لیکر داغ دہلوی تک شاعری ایک تہذیبی احساس کی ترجمانی کر رہی ہے اردو شاعری کی وہ تمام روایات جن کی ابتداء حسن شوقی، قلی قطب شاہ اور ولی سے ہوتی ہے اور جس میں میر، سودا اور درد جیسے بڑے شاعر اسی روایت کے منظر کو روشن کرتے ہیں اور اختتام پر ذوق و غالب، انیس و دبیر، آتش و ناسخ اور داغ و امیر مینائی تک پہنچی ہے یہ سب شاعر اسی طویل تہذیبی دور کا حاصل ہیں۔'' (۵)

لیکن اردو زبان اور شاعری کی ترویج میں شمالی ہند اور دکن کے شاہی درباروں کی بھی بڑی اہمیت ہے جہاں شاعر اپنے کلام کی داد تحسین وصول کرتے۔ کئی شعراء درباروں سے ہی وابستہ تھے شاعری اس زمانے میں سننے اور سنانے کیلئے کہی اور سنی جاتی تھی گویا شاعری ایک تہذیبی مظہر تھا اور تہذیب کا لازمی حصہ بھی۔ داستانیں محفل میں سنانے کے لیے تھیں محلے گلیوں میں مشاعرے ہوتے یہاں تک کہ نوکر چاکر بھی مصرعے باندھ دیتے تھے ہر موزوں طبع شخص شعر کہتا تھا۔ شاعری سے لطف اندوز ہونا مہذب ہونے کی علامت تھی۔ علی جواد زیدی نے لکھا ہے۔

> ''ولی میں مشاعرے بکثرت ہوتے تھے لیکن سب سے وقیع مشاعرے میں قلعے کے ہوتے تھے اس میں شہر کے تمام استاد ذوق، مومن، غالب، صہبائی، آرزو، احسان وغیرہ شریک رہتے تھے مشاعرے رات رات بھر چلتے۔'' (۶)

ان مشاعروں میں شرکت کیلئے شعراء کو باقاعدہ دعوت دی جاتی اور وہ اسے حکم شاہی سمجھ کر ضرور شریک ہوتے۔ غالب، منشی نبی بخش حقیر کو اپنے خط مورخہ ۲۳ اپریل ۱۸۵۳ء میں لکھتے ہیں۔

''یہاں بادشاہ نے قلعے میں مشاعرہ مقرر کیا ہے ہر مہینے میں دو بار مشاعرہ ہوا کرتا ہے پندرھویں اور انیسویں حضور (بہادر شاہ ظفر) فارسی کا ایک مصرعہ اور ریختہ کا ایک مصرعہ طرح کرتے ہیں اب کے جمادی الثانی کی تیسویں کو جو مشاعرہ ہوا اس میں مصرعہ فارسی یہ تھا:

''زیں تماشا گاہ گریاں می روذ''

ریختہ کا مصرعہ یہ تھا:

خمارِ عشق ہمیں کس قدر ہے کیا، کہیے

میں نے ایک غزل اور ایک ریختہ موافق طرح کے اور دوسرا ریختہ اسی طرح میں سے ایک اور صورت نکال کر لکھا وہ تینوں غزلیں تم کو لکھتا ہوں پڑھ لینا اور میاں تغتہ کو بھی دکھا دینا۔'' (۷)

اس دور میں شاعری تہذیب کی علامت تھی اس زمانے میں درزی، صراف اور عطار بھی سخن شناس ہوتے جو عام معمولات زندگی کے دوران شعر پڑھتے اور شعر بناتے نظر آتے یہی وجہ ہے کہ اس دور میں عنوانات کی اہمیت نہیں تھی۔ بالعموم کلام بغیر عنوان کے سنا دیا جاتا کیونکہ عنوان بنیادی طور پر لکھنے کے لیے ہے جہاں شاعری سنائی جائے گی وہاں شاعری سامعین کو بتائے گا یہ سہرا ہے یہ قطعہ ہے اور اس موقع پر لکھا ہے یا یہ بادشاہ کا قصیدہ ہے لیکن جب رسالوں میں کلام چھپنا شروع ہوا تو عنوانات کی ضرورت پیش آئی یہی سبب ہے کہ غالب کے قطعات میں اشاعت کے بعد ہمیں مختلف عنوانات نظر آتے ہیں یا انہیں صرف قطعات کی ذیل میں لکھ دیا جاتا ہے یہ فرق اس لیے ہے کہ غالب نے خود ان قطعات کو عنوان نہیں دیا لیکن کلام غالب کے مرتبین نے انہیں موضوع یا پھر اس حالت کے موافق جس میں وہ قطعہ موزوں ہوا عنوان دے دیا یہی سبب ہے کہ ان قطعات کے دیوان غالب کی مختلف اشاعتوں میں عنوانات مختلف ہیں ذیل میں ان قطعات کے اختلافی عنوانات کی تفصیل سے دیوان غالب کے مرتبین کے مابین پائے جانے والے فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی) میں قطعات کو عنوانات نہیں دیے گئے۔ ''نوائے سروش'' میں قطعات کے عنوان کے تحت جو پہلا قطعہ درج ہے اس کا مطلع ہے:

ہے جو صاحب کے کف دست پر یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے (۸)

اس قطعے کو کالی داس گپتا رضا نے ''دیوان غالب کامل تاریخی ترتیب کے ساتھ'' میں بغیر عنوان کے ۱۸۲۹ء کے کلام میں شمار کیا ہے (۹) دیوان غالب مرقع چغتائی میں اس کا عنوان ''در تعریف ڈلی'' ے (۱۰) غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے طبع ہونے والے دیوان غالب میں عنوان ''در مدح ڈلی ،،،،،، دیا گیا ہے (۱۱) جبکہ دیوان غالب کانپور ایڈیشن میں بھی یہی عنوان موجود ہے (۱۲) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''چکنی ڈلی کی تعریف میں'' ہے (۱۳) دیوان غالب (نسخہ خواجہ)

میں ''بسپاس ہدیہ چکنی ڈلی'' ہے۔(۱۴)

اس قطعے کی تقریب، شان نزول اور پس منظر کے بارے میں غالب مرزا حاتم علی بیگ مہر کو نومبر ۱۸۵۸ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں ''۔۔۔۔۔۔کلکتے میں۔۔۔۔مولوی کرم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے انہوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی، بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اس کی کچھ تشبیہات نظم کیجئے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو، دس شعر کا قطعہ لکھ کر ان کو دیا اور صلے میں وہ ڈلی ان سے لے لی۔۔۔۔غرض کہ بیس بائیس پھبتیاں ہیں۔'' (۱۵)

مولانا حالی نے ''بدیہہ گوئی'' کے عنوان کے تحت اس قطعے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''۱۸۷۱ء میں جبکہ نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم کلکتے گئے ہوئے ہیں مولوی محمد عالم مرحوم نے جو کلکتہ کے ایک دیرینہ سال فاضل تھے نواب صاحب سے بیان کیا کہ جس زمانے میں مرزا صاحب یہاں آئے ہوئے تھے ایک مجلس میں جہاں مرزا بھی موجود تھے اور میں بھی حاضر تھا، شعراء کا ذکر ہو رہا تھا اثنائے گفتگو میں ایک صاحب نے فیضی کی بہت تعریف کی مرزا نے کہا ''فیضی کو جیسا لوگ سمجھتے ہیں ویسا نہیں ہے'' اس پر بات بڑھی اس شخص نے کہا فیضی جب پہلی ہی بار اکبر کے روبرو گیا تھا اس نے ڈھائی سو شعر کا قصیدہ اسی وقت ارتجالاً کہہ کر پڑھا تھا۔ مرزا بولے ''اب بھی اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ دو چار سو نہیں تو دو چار شعر ہر موقع پر بداہتہً کہہ سکتے ہیں۔ مخاطب نے جیب میں سے ایک چکنی ڈلی نکال کر ہتھیلی پر رکھی اور مرزا سے درخواست کی کہ اس ڈلی پر کچھ ارشاد ہو۔ مرزا نے گیارہ شعر کا قطعہ اسی وقت موزوں کر کے پڑھ دیا جو کہ ان کے دیوان ریختہ میں موجود ہے۔(۱۶)

دیوان غالب (نسخہ عرشی) میں جناب امتیاز علی عرشی نسخہ رامپور قدیم میں اس قطعے کا عنوان'' قطعہ در تمدیح چکنی ڈلی کہ دوستے بر کف دست نہادہ دادہ بود'' اور دیوان غالب کے پانچویں ایڈیشن ۱۸۶۳ء میں ''قطعہ'' لکھا ہے(۱۷) دیوان غالب مرتب حامد علی خاں میں اس کا عنوان ''چکنی ڈلی'' ہے (۱۸) نادم سیتا پوری نے غاب کی قدرت کلام کی داد دیتے ہوئے اس قطعے کے حوالے سے لکھا ہے ''نظم کا بدیہی اور واقعات پر مبنی لکھنا جس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ سخن سنج اصحاب ہی خوب کر سکتے ہیں۔ پہروں دنوں کی فکر کے بعد ایک شعر یا غزل موزوں کر دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں حضرت غالب کو چند تقریبوں پر یہ کلام کہنے کا موقع ہوا اور آپ نے کہا اور خوب کہا چنانچہ آپ کے کلکتہ تشریف لے جانے پر مولوی کرم حسین صاحب نے ایک ''چکنی ڈلی'' چھالیہ پیش کر کے کہا کہ اس پر کچھ طبع آزمائی فرمائیے آپ نے فوراً ہی یہ قطعہ موزوں کیا''(۱۹)

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ، ہمنشیں

اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے! ہائے(۲۰)

امتیاز علی عرشی کی رائے میں کلکتے کی ستایش میں غالب کا یہ قطعہ نسخہ رامپور قدیم ۱۸۳۳ء اور

نسخہ بدایوں ۱۸۳۸ء میں بضمن غزلیات اور نسخہ دسینہ ۱۸۴۵ میں قطعات اور غزلیات دونوں جگہ درج ہوا (۲۱) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''کلکتہ'' ہے (۲۲) دیوان غالب کامل میں اسے بغیر عنوان کے ۱۸۳۳ء کے کلام کے تحت درج کیا گیا (۲۳) دیوان غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی میں یہ ''قطعہ'' کے عنوان سے موجود ہے (۲۴) دیوان غالب (نسخہ خواجہ) میں ''قطعہ بستایش کلکتہ'' ہے (۲۵) غالب کے سفر کلکتہ کے بارے میں ڈاکٹر حنیف فوق نے تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''غالب کلکتے کا چار سوا چار سو میل کا طویل سفر پورے ترپن دن میں طے کر کے ۱۹ فروری ۱۸۲۸ء کے وسط میں کلکتے سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور ۲۹ نومبر ۱۸۲۹ء کو دہلی واپس پہنچے اس کے بعد شدید خواہش اور اشتیاق کے باوجود، پھر کبھی انہیں کلکتے جانے کا موقع نہیں ملا'' (۲۶)

قطعہ:

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری
کیا کرتے تھے تم تقریر، ہم خاموش رہتے تھے! (۲۷)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''قطعہ'' ہے (۲۸) دیوان غالب (نسخہ خواجہ) میں ''قطعہ درنمایش دل آویزی گفتار'' ہے (۲۹)

قطعہ:

نہ پوچھ اس کی حقیقت حضور والا نے
مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی (۳۰)

امتیاز علی عرشی نے اس قطعہ کے متعلق لکھا ہے ''چونکہ یہ قطعہ نسخہ کراچی نوشتہ ۳۰ اگست ۱۸۴۵ء میں موجود نہیں اور نسخہ مطبوعہ مئی ۱۹۴۷ء میں مندرج ہے لہٰذا اسے دونوں تاریخوں کے درمیان کا ہونا چاہیے'' (۳۱) دیوان غالب نسخہ خواجہ میں اس کا عنوان ''بیسنی روٹی کی حقیقت'' ہے (۳۲) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''بیسنی روٹی کی تعریف میں'' (۳۳) اور دیوان غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں ''قطعہ'' کے عنوان سے مندرج ہے (۳۴) دیوان غالب کامل میں اسے ۱۸۴۸ء کے کلام میں شامل کیا گیا ہے (۳۵) جناب امتیاز علی عرشی نے قطعے کے عنوان کی تفصیل میں لکھا ہے کہ دیوان غالب کے چوتھے اور پانچویں ایڈیشن میں یہ ''قطعہ'' کے عنوان سے موجود ہے (۳۶) مولانا حالی نے یادگار غالب میں اسے ''شکریہ'' کا عنوان دیا ہے اور لکھا ہے ''جب بادشاہ کوئی عمدہ چیز پکواتے تھے تو اکثر مصاحبین اور اہل دربار کے لیے بطور الوش کے بھیجا کرتے تھے اس کے شکریے میں کبھی کبھی مرزا کوئی قطعہ یا رباعی بادشاہ کے حضور میں گزارتے تھے یہ قطعہ بھی اسی قبیل کا ہے'' (۳۷) سید محمد ابوالخیر کشفی نے غالب کے اس قطعے پر طنزیہ انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ''غالب کے قطعات ''مدح میں دم'' کی بہترین مثال ہیں کبھی

مغل شہنشاہ نہیں بلکہ اس کے وزیر اور امیر شاعروں کے منہ موتیوں سے بھر دیتے تھے اور غالب کے دور میں دال بھیجتے یا بیسنی روٹی'' (۳۸)

قطعہ:

اے شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر
اے جہاندار کرم شیوہ بے شبہ و عدیل(۳۹)

غالب کے اس قطعے کو اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''در مدح شاہ'' کا عنوان دیا گیا (۴۰) نسخہ رضا میں اسے بعد از ۱۸۴۷ء کے کلام کے تحت درج کیا گیا (۴۱) امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں کہ دنوں غالب کے تیسرے چوتھے، پانچویں ایڈیشن اور نسخہ رامپور جدید میں اسے قطعات کے عنوان کے تحت لکھا گیا'' (۴۲) دیوان غالب مرتبہ حامد علی خاں میں اس کا عنوان ''بہ حضور شاہ'' ہے (۴۳)

قطعہ:

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے(۴۴)

دیوان غالب کانپور ایڈیشن میں اس قطعے کو ''بیان مصنف'' کا عنوان دیا گیا غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے طبع شدہ دیوان غالب میں بھی یہی عنوان ہے (۴۶) دیوان غالب مرتبہ حامد علی خاں میں بھی یہی عنوان رکھا گیا (۴۷) دیوان غالب (نسخہ خواجہ) میں عنوان ''منظور ہے گزارش احوال تھی واقعی'' ہے (۴۸) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''گزارش احوال واقعی'' ہے (۴۹) جناب امتیاز علی عرشی نے لکھا ہے کہ دیوان غالب کے پانچویں ایڈیشن ۱۸۶۳ء میں اس کا عنوان ''قطعہ'' ہے (۵۰) غالب نے اس قطعے میں بہادر شاہ ظفر کو مخاطب کیا ہے امتیاز علی عرشی کی تحقیق کی مطابق ''یہ قطعہ سب سے پہلے مولوی محمد باقر دہلوی اردو اخبار، جلد ۱۴، نمبر ۱۳ مورخہ ۶ جمادی الآخر ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۸۵۲ء میں اس تمہید کے ساتھ شائع ہوا تھا ''حسب الحکم حضرت سلطانی خلد السد ملکہ، جو جناب نواب نجم الدولہ اسد اللہ خاں غالب اور جناب خاقانئ ہند، ملک الشعراء، شیخ محمد ابراہیم خاں ذوق نے بتقریب شادی میرزا جواں بخت بہادر، مرشد زادہ آفاق کے کچھ اشعار بسبیل مبارکبادی سہرا اس ہفتے میں حضور سلطانی میں سر دربار گزرنے تھے، معہ چند اشعار علاوہ اس کے جو نجم الدولہ بہادر نے پھر گزرانے، واسطے حظ و کیفیت اپنے ناظرین اہل بصر و بصیرت و ماہرین و واقفین فصاحت و بلاغت کے بموجب ترتیب در پیش ہونے کے ہم بھی درج اخبار کرتے ہیں'' (۵۱) مولانا عرشی کا خیال ہے کہ ''ترتیب میں پہلے غالب کا سہرا، پھر ذوق کا سہرا اور بعد ازاں یہ چھٹا قطعہ بعنوان ''قطعہ اعتذار'' مندرج ہوا ہے (۵۲)

قطعہ:

اے شہنشاہ آسماں اورنگ

اے جہاں دار آفتاب آثار(۵۳)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس قطعے کا عنوان ''قطعہ بابت تنخواہ'' ہے (۵۴) دیوان غالب مرقع چغتائی ''گزارش مصنف بحضور شاہ'' ہے (۵۵) دیوان غالب کا بنور ایڈیشن میں بھی یہی عنوان ہے(۵۶) دیوان غالب مرتبہ حامد علی خاں میں بھی اسی عنوان کو رکھا گیا(۵۷)۔

دیوان غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں بھی یہی عنوان رکھا گیا ہے(۵۸) دیوان غالب کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے عہد کے کلام میں شامل کیا گیا ہے(۵۹) مولانا حالی نے یادگار غالب میں اسے ''قطعہ'' کا عنوان دے کر لکھا ہے ''یہ وہ قطعہ ہے جو مرزا نے بادشاہ کی حضور میں اس درخواست سے گزرانا تھا کہ ان کی تنخواہ جو ششماہی گزرنے پر اکٹھی چھ مہینے کی ملا کرتی تھی وہ ماہ بماہ ملا کرے چنانچہ اس درخواست کے موافق تنخواہ ماہ بماہ ملنے لگی'' (۶۰)

امتیاز علی نے اس قطعے کی تفصیل میں لکھا ہے کہ ''مرزا صاحب نے اپنے ایک خط مورخہ ۲ جنوری ۱۸۵۱ء میں منشی نبی بخش حقیر کو لکھا ہے اب کچھ مہینے پورے ہو چکے، جولائی سے دسمبر ۱۸۵۰ء تک۔ اب میں دیکھوں، یہ ششما مجھے کب ملتا ہے بعد اس کے ملنے کے، اگر آئندہ ماہ بماہ کر دیں گے تو میں لکھوں گا ورنہ اس خدمت کو میرا سلام ہے، ابھی بابر کا حال حضور میں بھی نہیں بھیجا، کل مسودہ تمام ہوا ہے صاف ہو رہا ہے اب صاف کر کر دیدوں گا اور ماہ بماہ کی استدعا کروں گا۔ شش ماہی آخر ہونے کو تھی، اس واسطے متوجہ ہو کر میں نے اس کو تمام کیا۔'' امتیاز علی عرشی نے وضاحت کی ہے ''چونکہ مرزا صاحب اس کے بعد بھی کام کرتے رہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے جب بابر کا حال حضور میں پیش کیا تو اس کے ساتھ یہ منظوم درخواست بھی گزارنی'' (۶۱)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اس قطعے کے مطابق لکھا ہے ''لوگ اسے مدح کہتے ہیں میں کہتا ہوں کیا انگریز کے پنشن خوار مغلیہ شہنشاؤں کی بے کسی، دہلی کے آخری حکمراں کی برائے نام شہنشاہیت، کھوکھلے اقتدار، زوال پذیر امارت اور بے نظم وضبط طرز حکومت پر اس سے بہتر طور پر طنز ممکن تھا۔ ان اشعار سے بادشاہ کے جلال کا نہیں بلکہ زوال کا ضرور اندازہ ہوتا ہے اب آپ اسے مدح کہیں یا طنز۔'' (۶۲)

امداد امام اثر نے قطعات کے ضمن میں اس قطعے کی مثال دینے کے بعد لکھا ''۔۔۔ اس قطعہ میں جس قدر شوخی ہے محتاج بیان نہیں مگر راقم نے اس قطعے کو اس لیے منتخب کیا ہے کہ اس میں مرزا غالب نے بڑی قطعہ نگاری خرچ کی ہے۔۔۔ یہ قطعہ بہت عبرت خیز ہے ظاہر ہے کہ جن سرکاروں کی یہ حالت ہو کہ ملازموں کی مزد خدمت وقت پر نہ ملا کرے تو بالضرور وہ چوری کریں گے یا مارے تکلیف کے بھاگ کھڑے ہوں گے ارباب مذاق سے پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ قطعہ ہجو کا ایک مبسوط پیرایہ رکھتا ہے

گو ایسی نیت سے لکھا نہیں گیا(۶۳)

سید محمد ابوالخیر کشفی نے بھی کچھ اس قطعے کی بابت کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے ''غالب کا ایک مشہور قطعہ کس شان سے شروع ہوا لیکن تمہید کس لیے باندھ گئی ہے؟ جاڑوں کی جڑ اول اور ماہ بما تنخواہ کے لیے اس قطعہ کے باقی اشعار اس تمہید کا منہ چڑھاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں'' (۶۴)

قطعہ:

اے شاہ جہانگیر جہاں بخش جہاں دار
ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت(۶۵)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ قطعہ بعنوان ''در مدح شاہ'' درج ہے(۶۶) دیوان غالب۔ کانپور ایڈیشن میں بھی یہی عنوان ہے (۶۷) دیوان غالب مقرع چغتائی اور دیوان غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں بھی یہی عنوان دیا گیا ہے (۶۸) امتیاز علی عرشی کی برائے میں ''یہ قطعہ نوروز کی مبارکباد پر مشتمل ہے اور نوروز، آفتاب کے برج حمل میں داخلے پر منایا جاتا ہے'' (۶۹) ڈاکٹر اکبر حیدری کے تحقیق کے مطابق ''دیوان کے سبھی مطبوعہ نسخوں میں (جو غالب کی زندگی میں چھپے ہیں) اس قطعے کا کوئی عنوان نہیں ہے غالب کے شاگرد منشی شیو زائن آرام نے باعانت منشی حکیم الدین و منشی سید غلام حنین قدر بلگرامی ''مجموعہ سخن'' حصہ دوم مطبع نولکشور ۱۸۷۲ء میں اس قطعے کا عنوان ''مدح شاہ تہنیت نوروز'' لکھا ہے یہی پہلی مرتبہ نسخہ مطبع احمدی میں چھپا تھا'' (۷۰)

قطعہ:

ہے چار شنبہ آخر ماہ ِ صفر، چلو!!!
رکھ دیں چمن میں بھر کے مے، مشکبو کی ناند(۷۱)

امتیاز علی عرشی نے اس قطعے کی بابت تفصیل دی ہے کہ ''اس قطعے میں جس رسم کی طرف اشارہ ہے اس کی اصل یہ ہے کہ ماہ صفر کے آخری چہار شنبے کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، بیمار ہوئے تھے مسلمانوں نے اس دن دعا و استغفار اور صدقہ و خیرات کرنا شروع کیا اور باغوں میں جا کر پند و وعظ کے جلسے کرنے لگے امراء خیرات کے علاوہ اپنے عزیزوں اور متوسلوں کو سنہری اور روپہلی چھلے بھی تقسیم کیا کرتے تھے'' (۷۲)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''قطعہ'' ہے (۷۳) دیوان غالب کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے کلام کے تحت درج کیا گیا (۷۴) دیوان غالب۔ الحمد پبلی کیشنز لاہور میں اس کا عنوان ''چہار شنبہ آخر ماہ صفر'' (۷۵) دیوان غالب مرتبہ حامد علی خاں بھی یہی عنوان ہے (۷۶)

قطعہ:

سہل تھا مسہل، ولے یہ سخت مشکل آپڑی
مجھ پہ کیا گزرے گی اتنے روز حاضرین بن ہوئے (۷۷)

مولانا حالی نے اس قطعے کو ''مغرات'' کا عنوان دیا ہے اور لکھتے ہیں ''ایک شعر میں مہمل کے ان تمام دنوں کی تفصیل جن میں حکیم چلنے پھرنے کو منع کرتے ہیں کس عمدگی سے بیان کی ہے یہ قطعہ دربار کی غیر حاضری کے عذر میں لکھا ہے'' (۷۸) دیوان غالب کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے کلام میں شامل کیا گیا ہے (۷۹) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسے ''قطعہ'' کا عنوان دیا گیا (۸۰) دیوان غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں بھی یہی عنوان ہے (۸۱) امتیاز علی عرشی نے اس قطعے کے متعلق غالب کے ایک خط کا حوالہ دیا ہے۔ مرزا صاحب نے ۹ مارچ ۱۸۵۲ء کو ایک خط منشی نبی بخش حقیر کو لکھا تھا اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''حکیم احسن اللہ خاں میرے چارہ گر ہیں انہوں نے فرمایا کہ آمد فصل نو ہے تو مسہل لے ڈال چنانچہ دس بارہ منضج اور تین مسہل ہوئے کل تیسرا مسہل تھا آج تبرید پی کر تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔'' پھر ۱۸ مارچ ۱۸۵۳ء کو انہیں کو تحریر فرماتے ہیں کہ ''مسہل میں نے اس واسطے لیا تھا کہ میرے اعضاء میں درد رہتا تھا اور فضول معدے میں جمع ہو گئے تھے سو غایت ایزدی سے مقصود حاصل ہو گیا (۸۲)

قطعہ:

افطار صوم کی کچھ، اگر، دستگاہ ہو
اس شخص کو ضرور ہے، روز رکھا کرے (۸۳)

مولانا حالی نے اسے ''شوخی'' کا عنوان دیا ہے اور لکھا ہے ''مرزا ایک خط میں لکھتے ہیں کہ یہ قطعہ بھی رمضان کے مہینے میں بادشاہ کے حضور میں پڑھا گیا تھا جس کو سن کر بادشاہ اور تمام مصاحبین جو دربار میں موجود تھے بے اختیار نہیں پڑے (۸۴)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسے ''قطعہ'' کا عنوان دیا گیا (۸۵) دیوان غالب کامل میں اسے ۱۸۵۴ء کے عہد میں شامل کلام کیا گیا (۸۶) دیوان غالب۔ الحمد پبلی کیشنز میں ''یہ روزہ'' کے عنوان سے شامل ہے (۸۷) دیوان غالب مرتبہ حامد علی خاں میں بھی یہی عنوان ہے (۸۸)

قطعہ:

سپہ کلیم ہوں، لازم ہے، میرا نام نہ لے!
جہاں میں جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے (۸۹)

جبکہ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ ''قطعہ'' کے عنوان سے درج ہے (۹۱)
دیوان غالب کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے دور میں شامل کیا گیا (۹۲)

قطعہ:

خجستہ انجمن طوے میرزا جعفر!!!
کہ جس کے دیکھے سے سب کا ہوا ہے جی محفوظ (۹۳)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''قطعہ'' ہے (۹۴) دیوان غالب غالب انسٹی ٹیوٹ میں یہ ''قطعہ تاریخ'' ہے (۹۵) دیوان غالب کامل میں اسے ۱۸۵۴ء کے دور میں شامل کیا گیا (۹۶)

قطعہ:

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی
ہوا بزم طرب میں رقص ناہید (۹۷)

دیوان غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں اس کا عنوان ''قطعہ تاریخ دیگر'' ہے۔ (۹۸)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''قطعہ'' ہے (۹۹) دیوان غالب کامل میں اسے ۱۸۵۴ء کے عہد میں رکھا گیا ہے (۱۰۰)

قطعہ:

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں
دربار دار لوگ بہم آشنا نہیں (۱۰۱)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ ''قطعہ'' کے عنوان سے درج ہے (۱۰۲) دیوان غالب کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے کلام میں رکھا گیا ہے (۱۰۳)

مولانا حالی نے اسے ''شوخی'' کا عنوان دے کر لکھا ہے ''بادشاہ کے دربار کا آداب تھا کہ آپس میں جو وہاں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے تو ماتھے پر ہاتھ رکھنے کی جگہ دایاں ہاتھ دائیں اکن پر رکھ لیتے تھے چونکہ اردو محاورے میں کانوں پر ہاتھ دھرنے کے بعد یہ معنی ہیں کہ ہم آشنا نہیں اسلئے مرزا نے اس کو اس پیرائے میں بیان کیا ہے'' (۱۰۴)

قطعہ:

بسکہ وغال یرید ہے آج
ہر سلحشور انگلستان کا (۱۰۵)

جناب امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں ''ہر قطعہ اردوے معلیٰ ۱۹۴۱ میں علائی کے نام کے ایک خط کے ساتھ بغیر کسی حوالے کے چھپا ہے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۴۷ء کے ہنگامے سے متعلق ہے'' (۱۰۶) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسی حوالے سے اسے ''۱۸۵۷ء کا عنوان دے دیا گیا ہے

(۱۰۷) دیوان غالب کا دل میں بھی ۱۸۶۷ کے دور شاعری میں شامل کیا گیا(۱۰۸)

سید محمد ابوالخیر کشفی نے اس قطعے کے متعلق لکھا ہے''۱۸۵۷ء سے متعلق غالب کا قطعہ جواب خاصا مقبول ومشہو ہو چکا ہے اوران کے دیوان کے نئے ایڈیشنوں میں شامل کرلیا گیا ہے ایک خط کا حصہ تھا یہ قطعہ علاؤالدین علائی کے نام ۱۸۵۸ء کے ایک خط میں مرزا نے لکھ بھیجا تھا یہ ۱۸۵۷ء۱۸۵۸ء کی دلی کا نقشہ جواجمالی ہے لیکن اپنے دامن میں کتنی ہی تفاصیل کو چھپائے ہوئے ہے شہر کا ہر ذرہ مسلمان کے خون کا پیاسا تھا اور کوئی موضوع سخن سوائے اپنے مصائب کے نہیں رہ گیا تھا''(۱۰۹)

قطعہ:

اٹھا اک دن بگولا سا جو کچھ میں ، جوش وحشت میں
پھر آسیمہ سر، گھبرا گیا تھا جی بیاباں سے(۱۱۰)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''طائر دل'' ہے(۱۱۱) دیوان غالب کامل میں یہ ۱۸۱۰ء کے کلام میں شامل ہے (۱۰۲) امتیاز علی عرشی نے قطعے کے حواشی میں لکھا ہے''مولانا نظامی بدایونی مرحوم نے اپنی شرح دیوان غالب میں اس قطعے اور قطعہ نمبر۳ کے متعلق لکھا ہے کہ سب سے پہلے ان قطعات کا اضافہ طبع سوم میں اس ریمارک کے ساتھ ہوا تھا کہ بعض نقادان سخن ان قطعات کے طرز بیان کو جو حضرت غالب کے رنگ سے جداگانہ سمجھتے ہیں اس پر طبع سوم کے ناظرین سے بعض اہل اسرائے حضرت نے شکایت کی کہ ان قطعات کو دیوان غالب میں جگہ دینا غالب کے کلام کی توہین کرنا ہے ہم نے نواب عمادالملک (میجر سید حسن بلگرامی کے بھائی) سے ان کے متعلق دریافت کیا وہ فرمانے لگے کہ وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غالب (۱۹) کے مضفہ ہیں انہوں نے اپنے ایک بزرگ سے سنے تھے، جوان کو غالب سے منسوب کرتے تھے ممکن ہے کہ یہ غالب کا ابتدائی کلام ہو''(۱۱۳)

قطعہ:

ایک اہل درد نے سنسان جو دیکھا قفس
یوں کہا: آتی نہیں کیوں اب صدائے عندلیب؟ (۱۱۴)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسے قطعہ کا عنوان دیا گیا(۱۱۵) دیوان غالب کامل میں اسے تقریباً ۱۸۰۱ء کے کلام میں شمار کیا گیا(۱۱۶) امتیاز علی عرشی کی معلومات کے مطابق یہ قطعہ فریاد دہلی ۸۰: نظامی پریس کے بدایوں ۱۹۳۱ء میں بھی شائع ہوا(۱۱۷) یقیناً وہاں بھی اسے کوئی عنوان نہ دیا گیا ورنہ عرشی صاحب اس کا ذکر ضرور کرتے۔

قطعہ:

اس کتاب طرف نصاب نے جب
آب و تاب انطباع کی پائی(۱۱۸)

یہ قطعہ تاریخ جس سے ۱۲۷۷ء نکلتے ہیں، میر محسن علی لکھنوی متوفی قبل سنہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) کے تذکرہ سراپا سخن کے انطباع کا ہے اور اس کتاب کے صفحہ ۲۹۳ پر اس عنوان کے ساتھ چھپا ہے: قطعہ تاریخ مرزا اسداللہ خاں صاحب غالب دھلوی'(۱۱۹)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''تاریخ تذکرہ سراپا سخن'' ہے(۱۲۰) دیوان غالب۔نسخہ اکیڈمی میں عنوان ''قطعہ تاریخ'' ہے(۱۲۱)

قطعہ:

سلیم خاں کہ وہ ہے نوچشم واصل خاں
حکیم حاذق و دانا ہے ، وہ لطیف کلام(۱۲۲)

امتیاز علی خاں عرشی نے لکھا ہے ''یہ قطعہ حکیم محمد سلیم خاں بن حکیم محمد عظیم خاں بن حکیم عبدالطیف خاں دھلوی کی کتاب موسوم بہ ''تکشیف حکمت'' کے اختتام کی تاریخ کا ہے اس کے مادہ تاریخ سے ۱۲۷۹ء (۱۸۶۲ء) نکلتے ہیں یہ کتاب پہلی بار ۱۲۸۵ھ (مارچ ۱۸۶۹ء) میں اور دوسری بار جولائی ۱۸۸۵ء میں منشی نولکشور کے مطبع میں چھپ کر شائع ہوئی تھی یہاں یہ قطعہ پہلی طباعت کے صفحہ ۱۸۸ سے نقل کیا گیا ہے اس میں قطعے کا عنوان ہے: قطعہ تاریخ اختتام کتاب از نتائج افکار سر آمد فارسی دانان ایران، سلطان الشعراء ھندوستان اعنی نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ (۱۲۳) دیوان غالب۔نسخہ اکیڈمی میں اس کا عنوان'' قطعہ تاریخ اختتام کتاب'' ہے(۱۲۴) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف میں'' قطعہ تاریخ کتاب'' یکمشت حکمت'' ہے(۱۲۵)

قطعہ:

خوشی ہے یہ آنے کی برسات کے
پیئں بادہ ناب اور آم کھائیں(۱۲۶)

امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں'' یہ قطعہ نواب علاؤالدین احمد خان بہادر علائی والئ لوہارو کی بیاض (ورق ۴۳ الف) سے نقل کیا گیا ہے وہاں عنوان ہے: از مولانا غالب بہ علائی بسوئے لوہارو'(۱۲۷) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس قطعے کو''لوہارو آنے کی دعوت کے جواب میں'' کا عنوان دیا گیا ہے(۱۲۸) دیوان غالب۔نسخہ اکیڈمی میں ''خط منظوم بنام علائی'' لکھا ہے(۱۲۹) اردوئے معلیٰ میں ''خط بہ نام نواب علاؤالدین خاں صاحب'' کا عنوان موجود ہے(۱۳۰)

ڈاکٹر اکبر حیدری نے مخطوطہ دیوان غالب (نسخہ سری نگر) کا کشمیر یونیورسٹی اقبال لائبریری میں مطالعہ کرنے کے بعد لکھا ہے ''صفحہ ۸۷ میں مثنوی کے اختتام پر قطعات شروع ہوتے ہیں کسی قطعے کے اوپر کوئی عنوان نہیں موجود ہے یہ سلسلہ ص ۸۴ تک ہے چھوٹے بڑے قطعات کی تعداد ۱۶ ہے'' (۱۳۱) اردو کلاسیکی شاعری میں غالب کے یہ قطعات اختلافی عنوانات کے باوجود اپنی اہمیت رکھتے ہیں غالب نے بیانیہ شاعری کے لیے قطعہ کی صنف کو سلیقے سے استعمال کیا کہ وہ افسانے کی طرح وحدت زمان و مکان اور وحدت تاثر کی عمدہ مثال بن گئے'' چکنی ڈلی'' پر ان کا قطعہ اس کی بہترین مثال ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، بار اول، ۱۹۹۵ء، ص:۴۵۷

۲۔ امداد امام اثر، کاشف الحقائق، مرتبہ: ڈاکٹر وہاب اشرفی، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۰۳ء، ص:۵۲۹

۳۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتبہ: دیوان غالب (نسخہ عرشی)، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم، دسمبر ۲۰۱۱ء، ص:۱۳۱

۴۔ ایضاً، ص:۳۵۰

۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، لاہور: مجلس ترقی ادب، اشاعت اول، فروری ۲۰۱۲ء، ص:۱۵۶

۶۔ علی جواد زیدی، تاریخ مشاعرہ، نئی دہلی: شان ہند پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء، ص:۹۳

۷۔ غالب کے خطوط:۳، مرتبہ: خلیق انجم، دلی: ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۵۔۱۲۴

۸۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتبہ: دیوان غالب (نسخہ عرشی)، ص:۱۳۲۔۱۳۱

۹۔ دیوان غالب کامل۔۔تاریخی ترتیب کے ساتھ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا، ص:۳۰۵

۱۰۔ دیوان غالب مرقع چغتائی، لاہور: ایوان اشاعت، س ن، ص:ن

۱۱۔ دیوان غالب، نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، فروری ۱۹۸۶ء، ص:۲۰۱

۱۲۔ دیوان غالب، کانپور: مطبع نظامی، چوتھا ایڈیشن، جون/جولائی ۱۹۶۲ء، (عکسی) ص:۹۵

۱۳۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، مرتبین: ڈاکٹر محمد خاں اشرف، ڈاکٹر عظمت رباب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص:۳۳۶

۱۴۔ دیوان غالب (نسخہ خواجہ)، مرتب: ڈاکٹر معین الرحمٰن، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ص:۱۱۸۔۱۱۷

۱۵۔ دیوان غالب (نسخہ خواجہ)، ص:۲۱۰

۱۶۔ حالی، مولانا الطاف حسین، لاہور: یادگار غالب، ص:۳۹۔۳۸

۱۷۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی)، ص:۱۳۱

۱۸۔ دیوان غالب، مرتب: حامد علی خاں، لاہور: الفیصل، جنوری ۲۰۰۷ء، ص:۲۲۴

۱۹۔ نادم سیتاپوری، غالب نام آورم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، جولائی ۱۹۷۰ء، ص:۲۸۳

۲۰۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی)، ص:۱۳۳